مولانا محمد رحیم حقانی*

مادر علمی سے علمی وادبی چراغ کی جدائی

جس نے اپنی پوری زندگی درس و تدریس میں صرف کی ہو، ادبی ذوق وشوق عام کیا ہو اور جس نے اندرون و بیرون ملک اکابرین کی وفات پر منظوم الوداعی مراثی کلمات سفینہ تحریر کو سپرد کیے ہوں مجھ جیسا پسماندہ علاقے تالاش دیر سے تعلق رکھنے والے ایک گمنام شاگرد حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی نور اللہ مرقدہٗ کی وفات و خدمات پر کیا لکھ سکتا ہے۔

تجھے بھلا دیں گے اپنے دل سے یہ فیصلہ تو کیا ہے لیکن
نہ دل کو معلوم ہے نہ ہم کو جیئں گے کیسے تجھے بھلا کے

کچھ لکھوں گا تو حق ادا نہیں ہوسکتا برصغیر کے سب سے بڑے علمی و دینی ادارے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا استاذ الحدیث ہونا ہی ان کی شان مرتبت کے لئے کافی ہے۔

میں ابتدائی درجوں کا طالب علم تھا نفحۃ العرب، مقامات اور پھر متنبی وحماسہ وغیرہ ادبی کتابوں میں عرب کے شاعروں کے آپس کے جھگڑوں، مقابلوں اور اسی طرح ان کے آپس میں طنزیہ نمکین اور عجیب وغریب جملے جب سننے اور پڑھنے کو ملے مثلاً فما انصف القوم ضبه الخ خبث اسی طرح فخرجۂ غرمول وغیرہ وغیرہ تو میں حیران و پریشان رہ گیا اور سوچ رہا تھا کہ اے اللہ تعالیٰ میرے والا بزرگوار نے تو مجھے علم دین حاصل کرنے کے لئے برصغیر کی سب سے بڑے علمی و دینی درسگاہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک بھیجا تھا۔

صراط مستقیم پر آنے کے لئے دارالعلوم کا رخ اختیار کروایا تھا یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ یہ کیسا نصاب ہے اور کیسے اساتذہ ہیں؟ اور یہ ہمیں کیا پڑھا رہے ہیں اور میرے سامنے ادب، احترام، تقویٰ اولیٰ اور غیر اولیٰ کا کیا خاکہ بن رہا ہے اگر ادب ضد ہے بے ادبی کا تقویٰ ضد ہے خلاف تقویٰ کا اسی طرح اولیٰ اور غیر اولیٰ آپس میں ضدین ہیں تو کیا میں مدرسہ میں بے ادبی، خلاف تقویٰ اور غیر اولیٰ سیکھنے کے لئے آیا ہوں اس زمانے میں حضرت مولانا محمد ہاروت بابا نور اللہ مرقدہٗ ہمیں منطق کی کتاب ایساغوجی پڑھایا کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ تم میں اور عورتوں میں

---

* سابق سیکرٹری تعلیمی کمیشن، خیبر پختونخوا

کوئی فرق نہیں انکی بھی داڑھی نہیں ہے اورتم بھی داڑھی کے بغیر ہو، 1977ء میں ہمارے کلاس میں ایک دو طلبہ کے علاوہ سب کی داڑھی نہیں تھی سن بلوغت کو پہنچے تھے مگر داڑھی کسی بھی کی نہیں آئی تھی فرمایا کرتے تھے کہ عورتیں گھر کے اندر ہوتی ہیں اورتم کھلے عام پھرتے ہوستر وغیرہ کے قوانین کا تم پر اطلاق نہیں ہوتا مگر یاد رکھو ہر زندہ سر کے لئے کسی نہ کسی جگہ پر شکاری موجود رہتا ہے۔

نظام فطرت کے اندر یہ سلسلہ قائم دائم ہے شکار بے چارے کو علم نہیں ہوتا ان کا تعلق چرند سے ہو یا بری، بحری اور ہوائی مخلوق میں پائے جاتے ہوں مگر زیرک اور تیز ترین شکاری کے نرغے میں کسی نہ کسی وقت آسکتے ہیں اور تم جیسے انسانوں کا شکار اور پھر طالب علم کے لئے آنے والے طلبہ کا شکار تو اس سے بھی آسان ہے شیطان اس منظر نامے کو کیسے نظر انداز کرسکتا ہے کہ جس دن تم داخل ہورہے تھے اس دن فرشتوں نے آپ کا استقبال کیا اور جس حصہ زمین پر تم قدم رکھ رہے تھے ازراہ احترام تمہارے لئے زمین پر اپنے پر بچھا رہے تھے ایسا نہ ہو کہ طالب علم دین کے مبارک پاؤں کو تکلیف نہ پہنچے کوئی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے یاد رکھو اس دن سے شیطانوں کے منظّم دستے تمہیں گمراہ کرنے کے لئے تمہارے ساتھ لگ گئے ہیں اور جو شکاری طبقہ طلبہ علم دین کو گمراہ کرنے کے لئے لگ گیا ہے تو تربیت یافتہ شیطانوں کے مشورے، رہنمائی اور حوصلہ افزائی ان کے ساتھ ساتھ رہتی ہے۔

ہاروت باباؒ اور دارالعلوم حقانیہ کے باقی تمام معلمین کرام فرمایا کرتے تھے کہ جن طلبہ نے دارالعلوم کے نظم وضبط کا خیال رکھا، اپنے اساتذہ کا کہا مانا اور ان کی حکمتوں، نصیحتوں اور مشوروں کے مطابق عمل کی تو شیطان زندگی کے کسی بھی موڑ پر گمراہ نہیں کرسکتے ۱۹۷۹ء میں تیسرے درجے کا طالب علم تھا اور اب میں مولانا عبدالحق صاحبؒ کے گاؤں والی مسجد سے دارالعلوم کے ہاسٹل منتقل ہوا تھا۔

مجھے الحق کے پرانے دفتر کے نیچے پانی کی ٹینکی کے نیچے والا الگ کمرہ ایک سیٹر ملا یہ کمرہ قابل سکونت نہیں تھا چھتوں سے پانی گر رہا تھا میں ڈسٹمپر کرکے چارپائی اور کارپٹ کا انتظام کیا اور یوں کمرہ سیٹ کردیا اس کو دیکھ کر اس زمانے کے بڑے بڑے صاحبزادوں اور امیرزادوں نے مجھ سے یہ کمرہ چھیننے کی کوشش کی مگر میں چونکہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے مریدین خاص میں سے تھا بلکہ تابع داروں اور فرمانبرداروں کی فہرست میں شامل تھا لہٰذا دلاوروں، نثاروں، حامدوں اور شامیوں کے ٹولے نے مجھ سے یہ کمرہ چھیننا چاہا لیکن مجھ سے نہ چھین سکا دوران قیام مسجد حضرت مولانا عبدالحقؒ میں حضرت کے ساتھ بیعت کرچکا تھا حضرت مولانا صاحب مجھے بچہ کہہ کر بلاتے تھے باقی سب کو نام سے پکارتے تھے مثلاً عبدالقیوم حقانی صاحب کو عبدالقیوم مولانا قاری عمر علی صاحب کو عمر علی وغیرہ نام سے پکارتے تھے مگر مجھے ہمیشہ بچے ایسا کرو بچے یہ کرو وہ کرو آرام کرو وغیرہ وغیرہ، معاصرین طلبہ یہ صورت حال دیکھ کر مجھ سے باتیں کرنا بند کردی تھیں بلکہ بلوچی طلبہ نے تو قیام دارالعلوم کے دوران مجھے جان سے مارنے کی دھمکی دے

دی تھی یہ کہ تم ''چمچہ گیری'' چھوڑ دو تو تمہیں کچھ نہ کہیں گے۔

اپنے چمچہ ہونے کی الزامات وغیرہ کی باتیں جب حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے سامنے بیان کی تو آپ نے فرمایا بچے جب اساتذہ کی خدمت اور احترام میں، درسگاہ اور کتابوں کے آداب ملحوظ خاطر رکھنے، مطالعہ تکرار درس کے نتیجے میں جن طلبہ پر چمچہ ہونے الزام لگتا ہے تو یہی سب سے بڑی کامیابی ہوتی ہے چمچہ ہونا تو فرمانبرداری اور تابعداری کا سرٹیفکیٹ ہوتا ہے حسد کرنے والوں سے برداشت نہیں ہوتا تو اعزازی کلمات کے بجائے ''چمچہ جیسے الفاظ سے اپنی پکارتے ہیں دارالعلوم دیوبند میں زمانہ طالبعلمی میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے ساتھ نہایت احترام کے نتیجے میں میرے لئے بھی بعض طلبہ نے چمچے ہونے کے الفاظ استعمال کئے تھے۔

حضرت مولانا صاحب دورہ حدیث سے فراغت کے بعد مجھے دارالعلوم میں استاد رکھنا چاہتے تھے ایک ماہ تک امتحان کے بعد رکوائے رکھا تھا لیکن بحیثیت استاد میری تقرری کا اجازت نامہ مجھے نہ مل سکا پتہ نہیں کیوں؟

دورہ حدیث کے سال جنگ اور نوائے وقت میں دارالعلوم حقانیہ کے حوالے سے میرے کالم چلنا شروع ہوئے تھے کالم ہم حضرت شیخ الحدیثؒ کو سنایا کرتے تھے وہ خوش ہوتے تھے اور میرے لئے دعائیں فرماتے تھے۔

درحقیقت آج کے دور میں جب میں نفس امارہ اور نفس لوامہ کے درمیان رہتے ہوئے خوش وخرم زندگی گزارتا ہوں اور میں اھون البلیتین کے بہانے خلط ملط چیزوں کو احمد اچار کہہ کر کھانوں کے لطف کو چار چاند لگانے کے دلائل کا انبار لگاتا ہوں تو میں سوچتا ہوں کہ یہ سب کچھ ٹھیک ہے عرف عام کے مطابق ہے اشباہ و نظائر کے عین مطابق ہے۔

مگر اصل حقیقت تو یہ ہے کہ استاذ محترم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دامت برکاتہم کی صحبت میں رہتے ہوئے اس زمانے میں میرا التقویٰ درجہ ابرار کے برابر شاید تھا۔

اب قارئین یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسے طالب العلم جس کا درجہ شاید نفس لوامہ سے آگے درجہ ابرار کے قریب ہوان کیلئے حضرت فانیؒ کے درس میں شامل علم ادب کی کتابوں سے عجیب وغریب تصور لینا کیا ممکن نہ تھا۔

مجھے یاد ہے کہ پرانے الحق دفتر کے نیچے والا کمرہ قندھاری طالبان کا تھا جہاں مولانا عبدالرحیم اخوند، گل محمد آغا وغیرہ مقیم تھے۔

ایک دفعہ شب جمعہ تھی سارے طلبہ انجمنوں میں چلے گئے اور حضرت فانی صاحب مجھے قندہاریوں کے کمرے میں لے گئے کیا دیکھتا ہوں کہ طلبہ چاروں اطراف پر براجماں ہیں طلبہ کے سر چادروں میں ڈھانپے ہوئے ہیں درمیان میں ایک طالب جان ناچ رہا ہے ایک طالب العلم منہ سے ڈول باجوں کے عجیب وغریب سریلی آوازیں نکال رہا ہے فارسی میں کچھ اشعار سنائے جارہے ہیں اور کبھی کبھی اشعار کہہ کہہ رو بھی پڑتا ہے۔

میرا حال بے حال ہو رہا تھا ماتھے سے پسینہ بہنا شروع ہوا اور ایک حیران کن منظر کا سامنا شروع ہوا اے

پرودگار! ایک مدرسے کے اندر میں یہ کچھ دیکھ رہا ہوں اور وہ بھی ایک استاد صاحب کی معیت میں۔

پروگرام ختم ہونے کے بعد حضرت فانی صاحب کے گھر چلا گیا اور زور زور سے اس کے سامنے رویا کہ میں تو سکول سے یہاں دین سیکھنے اور تقویٰ حاصل کرنے کے لئے آیا تھا یہ نفحۃ العرب، نفحۃ الیمن، مقامات، حماسہ اور متنبیّ کے اندر کیا بکواسات لکھے گئے ہیں یہ بھی بتایا کہ یہ امام شافعی، امام مالک وغیرہ کون ہوتے ہیں جو ہر مسئلہ میں ہمارے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ اختلاف کرتے ہیں۔

ان اماموں کو شرم نہیں آتی کہ ہر مسئلہ میں ہمارے امام صاحب کے ساتھ الجھے ہوئے نظر آتے ہیں آخر کب تک یہ سب کے سب ہمارے امام مظلوم کے پیچھے لگے رہیں گے اور قندھاریوں کے ناچ گانوں پہ تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کل یہ سارا ماجرا میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے علم میں لاؤں گا یہ مدرسہ دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے بہت محنت شاقہ کے بعد بنا ہے اسے قندھاریوں کے بکواسات سے خراب نہیں کرنے دیں گے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت فانی آغاؒ نے مجھے ائمہ کے آپس میں اختلاف، ادب کے اندر اس طرح طرح کے جملوں کے استعمال کی حکمتوں سے آگاہ کیا میری آنکھیں کھل گئیں لکھنے کے لئے ۱۰۰ اصفحات کم ہیں جسطرح حضرت فانی صاحب نے سمجھایا۔

بحرحال قندھاریوں کے ناچ گانوں کے حوالے سے انہوں نے فرمایا کہ یہ ناچ گانوں کا پروگرام نہیں تھا یہ ان کا ایک تعزیتی پروگرام تھا نڈر جہادی طلبہ میں انہوں نے اپنا تعزیتی پروگرام یہی بنایا تھا یہ سب طلبہ خط اول جہاد افغانستان سے آئے تھے ان میں سے دارالعلوم حقانیہ میں شریک دورہ حدیث کے دو طلبہ نے روسیوں کے مقابل جہاد میں جام شہادت نوش فرمایا ہے اور جو طالب علم گانا گا رہا تھا وہ گانا نہیں تھا شہید طلبہ کے بارے میں منظوم خراج عقیدت پیش کر رہا تھا اور جن طلبہ نے چہروں پر چادر رکھی ہوئی تھی وہ سب کے سب رو رہے تھے واللہ العظیم حضرت فانی آغاؒ نے ہمیں دین اسلام سیکھنے کا ذوق دیا دین اسلام پر عمل پیرا ہوئے اور اس کی حکمتوں پر چلنے کا طریقہ سکھایا۔

حضرت شیخ الہند محمود الحسن، حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہ، جوش ملیح آبادی، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ، مولانا علی میاںؒ، شورش کاشمیری، کرنل محمد خان، مولانا کوثر نیازی، مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور احمد فراز جیسے نابغہ علمی، ادبی تحریکی شخصیات کی نہ صرف خدمات وجد وجہد سے آشنا کی بلکہ ان حضرات کی کتابوں کے خریدنے اور پڑھنے کا طریقہ اور راستہ دکھایا اور سکھایا۔

اس کو ہی جینا کہتے ہیں تو یوں ہی جی لیں گے
اُف نہ کریں گے لب سی لیں گے آنسو پی لیں گے

دارالعلوم سے فراغت کے سال ۱۹۸۵ء میں بندہ نے اخبارات کیلئے کالم لکھنا شروع کئے ۱۹۸۱ء میں میرا پہلا کالم مرحوم حکیم رفیع الدین کی سفارش سے ترجمان اسلام میں شذرات کامل کے عنوان سے چھپ گیا تھا۔

حضرت فانی دارالعلوم کے اندر استاد تربیت، ادب و ذوق تھے تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا، تخلیقی کاموں کی حوصلہ افزائی اور پھر اسے جلا بخشنے کے لئے مکمل تعاون استاد محترم کا طرہ امتیاز تھا وہ خصوصیات جو میرے استاد محترم میں موجود تھیں شاید بہت کم حضرات میں دیکھنے کو ملتی ہیں مدارس میں اس جیسے نابغہ لوگ اوپری جامعات میں ڈھونڈتا جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔

حضرت فانیؒ نے الحق جیسے مشہور زمانہ دینی و علمی مجلّے میں اپنے قارئین کے لئے ایک نیا فورم ایک نیا وجود تشکیل دیا تھا جس کا کوئی رسمی ڈھانچہ تو نہیں تھا مگر عقیدتمندوں کی پسند و ناپسند کی دنیا تو اور ہوتی ہے۔

۱۹۸۳ء میں دوران طالبعلمی استاد محترم حضرت مولانا عبدالحلیم زروبی کی یاد میں ایک پورا اخباری صفحہ روزنامہ وحدت کیلئے تحریر کیا تو فانی صاحبؒ نے شاباش دیتے ہوئے فرمایا تم نے اپنا حق ادا کیا اور فرمایا محمد رحیم حقانی صاحب جن کتابوں کے مطالعے کو تم خلاف ادب اور خلاف تقویٰ سمجھتے تھے یہ ان ادبی علوم کے مطالعے کا نتیجہ ہے کہ آج تم نے اخبار کا پورا حصہ ہی سفینہ تحریر کر ڈالا۔

درحقیقت فانی صاحب اپنی ذات میں ایک انجمن تھے طلبہ کے ساتھ شفقت و محبت اور حسن تربیت ان کا طرہ امتیاز تھا وہ علماء شخصیات کے حوالے سے لکھتے تھے اور منظوم و منثور مراثی سے انہیں الوداع بھی کہتے اور لکھتے تھے وہ زہین ترین بابغہ انسان تھے مروجہ علوم اور معلومات کے حوالے سے لکھ بھی سکتے تھے مگر آپ اس حوالے سے فرمایا کرتے تھے کہ مجھے کتابوں کی چوری اور کتابوں سے چوری کا طریقہ نہیں آتا میں جو کچھ ہوں سب کے سامنے ہوں میرا مشن رضائے الٰہی کی خاطر خدمت انسانیت ہے اور اس کے لئے رجال کا تیار کرنا ہے گوکہ حضرت فانیؒ ہم میں موجود نہیں مگر دینی اور عصری سماج کے اندر ان کا تربیت یافتہ ایک عظیم اثاثہ موجود ہے اور یہ صدقہ جاریہ تا روز محشر انشاء اللہ ان کی اخروی نجات کا ذریعہ اور وسیلہ رہے گا۔

☆ ☆ ☆

بدلیں گے انداز تیرے یہ کبھی سوچا نہ تھا
دل نے اے جانِ تمنا یہ ستم دیکھا نہ تھا

(فانیؔ)